

قومی مفاد؟

اسرائیلی وزیراعظم کا ہندوستان کا حالیہ سرکاری دورہ بے حد اہم ہے۔ خاص طور پر اس علاقے کے لیے جس میں پاکستان واقع ہے۔ نیتن یاہو چند دن پہلے تقریباً ایک ہفتہ کیلئے ہندوستان آیا۔ اسکے ساتھ اسرائیل کی تاریخ کا سب سے بڑا وفد تھا جس میں 130 لوگ شامل تھے۔ یہ دفاع سے لیکر پانی، زراعت اور دیگر شعبوں کے سرکردہ افراد تھے۔ بہت کم لوگوں کو اندازہ ہے کہ کسی بھی اسرائیلی وزیراعظم کا دورہ تقریباً ایک دہائی کے بعد وقوع پذیر ہوا۔ اسکی بنیاد، ہندوستانی وزیراعظم کا چھ ماہ قبل اسرائیل کا سرکاری دورہ تھا۔ کسی بھی ہندوستانی وزیراعظم کیلئے یہ پہلا موقع تھا کہ وہ سرکاری طور پر اسرائیل گیا ہو۔

پاکستان میں اس کا رد عمل بالکل سطحی سا تھا کہ دونوں ملکوں کے گٹھ جوڑ سے پٹنا جانتے ہیں۔ یہ بھی کہ یہ سب کچھ ہماری سلیمت کے خلاف اتحاد بننے کی طرف جارحانہ قدم ہے۔ اس رد عمل سے کوئی لینا دینا نہیں۔ مگر چند بنیادی سوالات ضرور ذہن میں آتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ہم یعنی مسلمان اس درجہ جذباتی کیوں ہیں۔ دوم، ہم جذبات کی بنیاد پر اپنے قومی مفاد کو پس پشت کیوں ڈال دیتے ہیں۔ تیسرا، کیا ہمیں واقعی علم ہے کہ بطور ملک، ہماری بین الاقوامی ساکھ اور استطاعت کیا ہے۔ اسکے علاوہ کئی ضمنی معاملات ذہن میں ضرور اٹھتے ہیں۔ مگر انکو زیر قلم لانا مشکل بلکہ بہت دشوار نظر آتا ہے۔ جذباتیت کے حوالے سے عرض کروں، تو کبھی کبھی لگتا ہے کہ معاملات کو ایک جنونی کیفیت سے دیکھتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ لفاظی اور خوش فہمی کی وہ تاریخ ہے، جس سے کوئی ہمیں باہر نکلنے ہی نہیں دے رہا۔ محض ایک صدی پہلے کی بات ہے۔ ہمارے جید ترین دینی علماء نے عالیشان فتویٰ دیا کہ ہندوستان دارالحراب ہے لہذا مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت کر کے افغانستان چلے جانا چاہیے۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد نے اس پر عمل کیا۔ اپنی جائیداد ادا کرنے پر فروخت کر کے افغانستان کی طرف چل پڑے۔ افغانستان کی حکومت نے ایک بھی خاندان کو ملک میں نہیں گھسنے دیا۔ مجبوراً واپس آنا پڑا۔ ہزاروں مسلمان خاندان برباد ہو گئے۔ المیہ یہ بھی تھا کہ جس جس جید عالم نے انہیں ملک ترک کر کے افغانستان جانے کا مشورہ دیا تھا، کسی نے بھی بربادی کی ذمہ داری قبول نہیں کی۔ اس مکمل طور پر جذباتی فیصلے نے ہماری ایک نسل کو برباد کر دیا۔ کسی مذہبی جماعت کے سرخیل سے اس پر بات کریں، خاموشی کے علاوہ کوئی جواب نہیں ملے گا۔ سمجھ سے باہر ہے کہ آج بھی قومی سطح پر ہم اتنے ہی جذباتی کیوں ہیں، جتنے صدیوں پہلے تھے۔ شائد اس میں بڑھاوا آچکا ہے۔

قومی مفادات پر غور کریں۔ اسرائیل کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ جن ہمسایہ ممالک کے ساتھ اسکی جنگیں ہوئی ہیں، وہ ممالک بھی انتہائی بردباری سے اسرائیل سے صلح کر چکے ہیں۔ اسے تسلیم کر چکے ہیں۔ سابقہ دشمن ممالک کے مابین اب اربوں ڈالر کی تجارت ہے۔ اردن اور مصر مکمل طور پر مسلمان ممالک ہیں۔ انہوں نے اپنی سرزمین پر بیش قیمت فیکٹریاں لگائی ہیں۔ جو خام مال اسرائیل سے منگواتی ہیں۔ نتیجے میں انکا تیار شدہ مال امریکہ اور یورپ کی منڈیوں میں کوٹے سے استثناء حاصل کر لیتا ہے۔ ٹیکس بھی واجبی سے رہ جاتے ہیں۔ شائد آپ تسلیم نہ کریں۔ کئی پاکستانی تاجروں نے بھی اردن میں ایسی فیکٹریاں لگا رکھی ہیں جو تمام مال اسرائیل سے منگواتی ہیں۔ اہم

ترین بات یہ ہے کہ جن مسلم ملکوں کے ساتھ اسرائیل کی حد درجہ تلخی تھی، وہ تمام اس سے دوستی کر چکے ہیں۔ موجودہ سعودی ولی عہد تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایران کے خلاف جنگ میں اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہونگے۔ مگر ہمارا مسئلہ کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارا قومی مفاد ہے کہ اپنے دشمنوں کو دوست بنایا جائے۔ مگر ہم ہر طریقے سے اسرائیل سے دور رہتے ہیں۔ اسرائیل کو تسلیم کرنا تو دور کی بات، کوئی اگر بھول کر بھی دشمنی کی وجہ پوچھے تو اسے غیر محبت وطن اور غدار قرار دے دیا جاتا ہے۔ کیا ہندوستان بیوقوف ہے کہ اسرائیل کے ساتھ چار ارب ڈالر کی تجارت کر رہا ہے۔ عسکری معائدے مکمل کر رہا ہے۔ جدید ترین اسلحہ کم قیمت پر حاصل کر رہا ہے۔ جواب دیجئے کہ ہمارا اپنا قومی مفاد کس چیز میں پتھیدہ ہے۔ سطحی جذباتیت کے تحت ملکوں کو دشمن بنانے میں یا اپنے فائدے کے تحت ایک ایسی حکمت عملی بنانے میں، جس سے ہمارے مسائل کم ہوں۔ کیا اسرائیل کے نہ ماننے سے وہ ملک ختم ہو جاتا ہے۔ اسکے موجودہ وزیر اعظم نے ہندوستان کے دورے میں کھل کر کہا ہے کہ جب اسرائیل ہر جگہ ہماری مخالفت نہیں کرتا تو ہمارا ملک ہر جگہ دشمنی کی روش پر کیوں گامزن ہے۔ یہ انتہائی سنجیدہ سوال ہے۔ اس کا جواب ہمارے مقتدر طبقے نے بالکل نہیں دیا۔ منفی عوامی رد عمل سے گھبرا کر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ پہلے ہی اتنے مسائل ہیں کہ کوئی بھی نئے مسئلہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ پر کیا اس سے حقیقت تبدیل ہو جائیگی۔ کیا فلسطینی حکومت نے پاکستان میں اپنے سفیر کو صرف اسلیبے واپس نہیں بلایا کہ اس نے حافظ سعید کے ساتھ القدس کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ کیا یہ ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی نہیں کہ فلسطین کا جھکاؤ ہماری طرف نہیں۔ عملی طور پر وہ ہندوستان کے بے حد نزدیک ہے۔ لیکن نہیں، اسکے باوجود ہم احتجاج کی روش جاری رکھیں گے۔ بیت المقدس میں امریکی سفارت خانے کی منتقلی پر تقریریں کرینگے۔ آہ وزاری کرینگے۔ ترکی صدر ایک نجیف سی کانفرنس کا انعقاد کریگا۔ جذباتی تقریریں ہونگی۔ مگر ترکی اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات برقرار رکھے گا۔ مگر یہاں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا قومی مفاد اسرائیل سے دشمنی کم کرنے یا ختم کرنے میں ہے، نہ کے اسکو جذباتی تقریروں سے بڑھانے میں۔ اگر بات فلسطینیوں کے ساتھ ظلم کی ہے۔ تو کیا کوئی دانشور بتا سکتا ہے کہ سعودی عرب میں شیعوں کے حقوق کیا ہیں اور اسی طرح ایران میں سنیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ ترکی، کردوں کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ شام کی خانہ جنگی میں فرقہ واریت کا زہر کیونکر گھولا جا رہا ہے۔ کوئی بھی دلیل پر بات کرنے کیلئے تیار نہیں۔ کسی لیڈر یا دانشور میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ خم ٹھونک کر کہہ سکے کہ پاکستان کا قومی مفاد، اسرائیل سے مسلسل دشمنی سے منسلک نہیں ہے۔

چلیے، سابقہ سطور کو تھوڑی دیر کیلئے بھول جائیے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ امر پختہ کر دیا گیا ہے کہ پاکستان ہر جگہ مسلمانوں کی مدد کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ حیرت ہو رہی تھی کہ یروشلم کی ایک مسجد میں پاکستان سے مدد کرنے کو کہا جا رہا تھا۔ سعودی عرب اور ایران کی فوج سے مدد نہیں مانگی جا رہی تھی۔ پر تکلیف دہ سچ یہ ہے کہ روزانہ ہندوستان بین الاقوامی سرحد پر شراکتگیزی کرتا ہے۔ ہمارے شہری اور فوجی شہید ہوتے ہیں۔ مگر ایک بھی اسلامی ملک ہماری مدد کا اعلان نہیں کرتا۔ ہندوستان کی لفظی مذمت کرنے تک کی بھی جرات نہیں رکھتا۔ سارے ممالک ہماری سادگی سے اپنا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے لیے کسی کے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔ اسکے علاوہ ہماری اہلیت اور بین الاقوامی استطاعت کو بھی بڑھا چڑھا کر اس طرح پیش کیا گیا ہے جیسے ہم پوری دنیا کیلئے محور کی

حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر آپ صرف پاکستان میں رہیں تو یہ مفروضہ ٹھیک ہے۔ مگر جیسے ہی مغربی ممالک کا سفر کرتے ہیں، چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ انکی ترقی کے سامنے ہمارے دعوؤں کی قلعی کھل جاتی ہے۔ درست ہے، کہ ہماری عسکری طاقت شاندار ہے، ہم ایک نیوکلیئر طاقت ہیں۔ مگر پوری دنیا سے جنگ لڑنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اسرائیل اور امریکہ اس وقت ہر لحاظ سے طاقتور ترین ملک ہیں۔ ہندوستان انتہائی مہارت سے انکے نزدیک ہو چکا ہے۔ مگر ہم آنکھیں بند کر کے تاریخی لوریاں سن رہے ہیں۔ کوئی ہمیں یہ نہیں بتا رہا کہ ان مضبوط ممالک کا ہمارے متعلق بیانیہ مکمل طور پر منہی ہے۔ کیا ہم اتنے مضبوط منہی بیانیے کے سامنے ایک پُر امن اور سنجیدہ بات کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اہلیت چھوڑ دیجئے۔ کیا ہمیں ادراک بھی ہے کہ تینوں ملک ملکر ہمیں کتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسا نقصان کہ ہم مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو بھول سکتے ہیں۔ پر یہاں کوئی سنجیدگی سے معاملات کو جانچنے اور پرکھنے کی عملی جرات نہیں رکھتا۔ ہر ایک کو مالِ غنیمت میں اپنا حصہ چاہیے۔ کوئی مشکل صورتحال آئی تو مقتدر طبقہ کی اکثریت پاکستان سے مغربی ممالک منتقل ہونے میں ایک پل دیر نہیں کریگی۔ باقی کروڑوں لوگ کیا کریں گے۔ انکا کیا حال ہوگا۔ اسکے متعلق کوئی بھی سوچنے یا بات کرنے کو تیار نہیں۔

اب اس موضوع کی طرف آتا ہوں، جو انتہائی دقیق اور مشکل ہے۔ وہ ہے دہشت گردی اور ہمارا ملک۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ملک کو دہشت گردی نے بے انتہا نقصان پہنچایا ہے۔ مگر کیا یہ ایک المیہ نہیں کہ دہشت گردی سے نقصان اُٹھا کر اس سے لڑنے کے باوجود ہماری بین الاقوامی ساکھ ایک دہشت گردی پھیلانے والے ملک کی ہے۔ Perception صرف اور صرف یہی ہے کہ جہاں بھی ہمارے ملک کا نام آتا ہے، وہاں لوگوں کے ذہنوں میں دہشت گردی خود بخود عود کر آتی ہے۔ بین الاقوامی کانفرنسوں اور فورمز پر ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کوئی ہماری قربانیوں کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ایک دو ممالک، جو اپنی ضرورتوں کے تحت ہماری لفظی مدد کرتے ہیں، وہ بھی بند کمروں میں ہمیں دہشت گردی سے منسلک سمجھتے ہیں۔ کبھی ذکر کرتے ہیں اور کبھی مصلحت کے تحت خاموش ہو جاتے ہیں۔ کوئی ہماری صائب بات تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔

عجیب بات ہے کہ ہمارا عمومی رویہ بھی ہمارے قومی مفادات سے ٹکراتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں اپنے خلاف طاقتور ملکوں کے اتحاد کو بات چیت اور کامیاب سفارت کاری سے ختم کرنا چاہیے تو تمام لوگ اسکے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں گے۔ جو بھی حکومت یہ کرنے کی کوشش کریگی، اسے کٹھڑے میں کھڑا کر دیا جائیگا۔ کوئی یہ مشورہ نہیں دے رہا کہ ہمسایوں سے لیکر ان تمام ملکوں سے اچھے تعلقات رکھیں، جن سے ہمیں کسی قسم کی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ مگر یہاں کسی کے پاس حساس معاملات پر بات کرنے کا دل گردہ ہی نہیں ہے۔ اس درجہ جذباتیت میں کوئی بھی جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا، میں بھی نہیں۔

راؤ منظر حیات

